ڈاکٹر محمد اشرف کمال
صدر شعبہ اردو: گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج بھکر

معاصر نسائی نظم میں تانیثی رویے

In the twentieth century, women have played a vital role in Urdu literature, especially in writing poetry. They have a clear impact on poetry, as their main topic of concern has also been 'woman'. These poetesses have beautifully depicted the social issues of the women in a very wise way. A woman knows a woman very well, so, the poetesses have written their poetry that shows the demands of the women in the modern era like equality with the men, their efforts and role in the development of the country and their urge to participate in the progress and prosperity of the nation. They have also covered the social issues and problems faced by the woman in this society. In this way, this poetry is a clear reflection of women's problems.

بیسویں صدی میں تانیثیت کے رجحان کے ساتھ ساتھ اردو شاعری میں تانیثیت کی لہر نے سب سے زیادہ جس صنف کو متاثر کیا وہ اردو نظم ہے۔ نظم نگار شاعرات نے اپنی نظموں میں عورتوں کے مسائل،سماج میں ہر سطح پر مردوں کے برابر کے حقوق کی ڈیمانڈ ، بحیثیت انسان شناخت اور عزت وتحفظ وہ موضوعات ہیں جو ہمیں شاعرات کے ہاں معاصر اردو نظم میں نظر آتے ہیں۔

ان نظموں میں برملا عورت کے جذبات کی عکاسی کی گئی ، معاشرتی اور سماجی جبر سے عورت کی آزادی کی بات کی گئی ، اسے ہر معاملے میں مرد کے برابر اہمیت دینے کا مطالبہ کیا گیا۔شبنم شکیل عورت کی آزادی کے حوالے سے کہتی ہیں:

> ”میں اعتدال کی قائل ہوں۔میرے خیال میں تصویر فریم میں زیادہ سجتی ہے۔اگر مکمل آزادی میں خوشی کا راز پنہاں ہوتا تو آج یورپ کی عورت بہت خوش ہوتی مگر ایسا نہیں ہے۔اس کے برعکس غلام بن کر زندہ رہنا بھی انتہائی ناخوشگوار ہوتا ہے۔زندگی دونوں چیزیں مانگتی ہے۔“[1]

پروین فنا سید اردو نظم میں ایک اہم نام ہے جو نسوانی جذبات اور تانیثی خیالات کو خوبصورت اندازِ بیان میں پیش کرنے میں مہارت رکھتی ہیں۔

ان کی نظم ''میں کیا اوڑھوں''ملاحظہ کیجئے

مجھ کو
اپنے سائے سے بھی ڈر لگتا ہے
میری اَجرک میں سو چھید ہیں
میں کیا اوڑھوں۔۔۔؟ [۲]

پروین شاکر اردو نظم میں ایک توانا تانیثی آواز کے طور پر گونجتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔

''پروین شاکر نے عورت کو ہر زاویے سے دیکھا ہے یعنی محض ایک لڑکی، محض ایک عورت، ایک وفا شعار عورت، ایک مظلوم عورت، ایک ماں کی مامتا لیے عورت،انا کے شجر سے غیر پیوستہ خشک شاخ گل عورت شہزادی ،ایک باغی عورت اور پھر ایک بری عورت، لیکن کیا برائیاں صرف عورت تک محدود ہوتی ہیں۔برائی تو زمان ومکان کا مقدر ہے۔ ہر مثبت کا ایک منفی پہلو بھی ہوتا ہے۔۔۔اس نے عورت کا باطن بھی دیکھا ہے اور ظاہر بھی۔[۳]

پروین شاکر کی نظم ''بشیرے کے گھر والی'' کی یہ چند لائنیں ملاحظہ کیجئے:

سولھواں لگتے ہی
ایک مرد نے اپنے من کا بوجھ
دوسرے مرد کے تن پہ اتار دیا
بس گھر اور مالک بدلا۔۔۔تیری چاکری وہی رہی

شاہین مفتی کی نظمیں معاشرتی رسوم رواج اور حدود وقیود کی زد میں آنے والی خواتین کی کہانی بیان کرتی ہیں۔

''جس طرح سیفو کی شاعری کا مرکزذاتی جذبات تھے ، معاشرتی رسوم ورواج کے شکنجے میں جکڑی ہوئی نسوانی زندگی کی محرومیاں ، دکھ اور خواب تھے ، شمع کی طرح مدھم سلگنے ، جلنے اور پگھلنے والی کیفیت تھی۔کم وبیش ایسا ہی احساس ہمیں شاہین کی دنیائے شعر میں داخل ہو کر ہوتا ہے، ان کی سبھی

نظموں خصوصاً امانت، سوئمبر، مفاہمت، گواہ رہیے، مگر وہ لوٹ کر آنے سے قاصر ہے ، اندھی رات کا روشن خواب، چھتنار، لمحے کا روگ، ان ہونی ، میلے ہاتھ، قبلۂ جاں کا ایک منظر ،اور اتفاقات کی بنیاد ان احساسات وجذبات پر ہے جو نہ صرف طبع نسوانی بلکہ طبع انسانی میں ازل سے ہیں اور ابد تک رہیں گے۔(۴)

جانے کیوں گوش بر آواز ہے وہ
دل کوئی ٹین کی چھت ہے
جس پر
اشک گرنے کی صدا آئے گی (نظم،ابھی تک)

شاعرہ نے صرف تین مصرعوں میں مختصر انداز میں ایک ایسی بات کی ہے جو کہ نیا انداز لیے ہوئے ہے۔اتنے محدود کینوس پرایسی تصویر بنانا واقعی کمال کی بات ہے۔ان کی شاعری میں خواتین کے نسائی مسائل کا بیان موجود ہے مگر ان کی شاعری کسی دوسری شاعرہ کی تقلید یا تصویر نہیں ہے۔ان کے ہاں ایسی کیفیات کا بیان موجود ہے جو کہ مسلسل ہیں اور جن کا کرب پیہم ہے۔

عشرت آفریں کی نظموں میں زندگی کا کرب ملتا ہے اور وہ اس کرب سے بھاگنے کے لیے اپنے آنسوؤں کوبچوں کی کلکاریوں میں چھپانے کا ہنر جانتی ہے۔ان کی نظم پہلے سال کا تحفہ اسی تناظر میں لکھی گئی ہے۔

میں یہ بھی بھول جانا چاہتی تھی
کہ میں کس جبر کے سائے میں پل کر کیسے
اندیشوں کی چادر اوڑھ کر
دہلیز اتری تھی
کہ میں نے خود کو
بچپن اور جوانی کے گناہوں کی
ہزاروں لذتوں سے

کس طرح محروم رکھا تھا۔
مرے چاروں طرف اک خود فراموشی کا جنگل ہے
غنیم آنکھیں جمائے
اور ہوائے شوق پاگل ہے (۵)

عرفانہ خلیل اپنی نسوانی جبلت کے تحت غموں اور دکھوں کو اپنے دل میں دفن کرنے کی بات کرتی ہیں۔ان کی نظم "مدفن" ملاحظہ کیجئے:

میرے دل پہ دستک مت دو
میرا دل تو مدفن ہے
گزری باتوں کا
پرانی یادوں کا
کچھ تلخ کچھ میٹھی کچھ دھندلی
کچھ اجلی (۶)

خواتین شاعرات کے ہاں یاس، محرومی اور کھونے کا گہرا احساس ملتا ہے۔ناہید قمر کی یہ نظم ملاحظہ کیجئے

مری مٹی میں آنسو گوندھ کر
تم نے
وفا کے چاک پر تو رکھ لیا
اب کیا بناؤ گے
گھڑے کی شکل ہی دے لو
مگر کچے گھڑے کے بخت میں ساحل نہیں ہوتا
کنارہ مل بھی جائے تو
وہاں پر کچھ نقوشِ پا تو ہوتے ہیں
مگر حدِ نظر تک یار کا محمل نہیں ہوتا

چلو چھوڑو
اس اشکوں سے گندھی مٹی نے اب شاید
دیا بن کر ہی جلنا ہے
پگھل کر راکھ ہونا ہے
خس وخاشاک ہونا ہے(۷)

ناہید قمر کی شاعری میں نازک جسموں پہ درد بھرے لمحات کا بوجھ محسوس کیا جاسکتا ہے۔ان کی نظم موڑ پہ شام کھڑے کا آخری بند دیکھئے:

ہم ریکھا تیرے ہاتھ کی نہ کاندھے پر کا تِل
اے یاد کے پورے چاند! کبھی ہم خاک ہوؤں سے مل
آ دیکھ ، ملوک سی جان پراک درد کی بھاری سِل
ہم قصہ ایک پڑاؤ کا، تُو عمروں کا حاصل

نجمہ منصور کی نظموں میں لڑکیوں ان کے لباس اور ان کی مختلف استعمال کی چیزوں کو منفرد اور نئے انداز میں پیش کیا گیا ہے، یہ جدید تانیثی لہجہ اور رویہ ہے جس میں چونکانے کا عمل زیادہ ہے

"وہ"

ہر روز
سونے سے پہلے
اپنی آنکھیں تکیے کے نیچے
چھپا دیتی ہے
ہاتھ ہینگر میں
پاؤں دروازے کے پیچھے
اور باقی جسم لپیٹ کر
کپڑوں والی الماری میں چھپام کر
لاک کر دیتی ہے

اور آرام سے سوجاتی ہے
ہے نا عجیب لڑکی۔(۸)

اس نظم میں شاعرہ نے مختلف علامتوں سے نظم کا تانا بانا بنا ہے۔کسی کی تصویر، کپڑے جوتے اور سامان آرائش لڑکی کا کُل اثاثہ ہے جسے وہ سنبھالنا ضروری سمجھتی ہے۔

منصورہ احمد اردو نظم میں ایک ایسی آواز بن کر ابھریں جس نے عورتوں کی سسکیوں اور آہوں کو لفظوں کا روپ دیا۔

سوالوں کو جوابوں تک کوئی رستہ نہیں ملتا
تو ساری حیرتیں سکتے میں ڈھلتی ہیں
یونہی پھر آنکھ کی پتلی سے
دل کے برف زاروں تک
یہ نیلا خون جمتا ہے
یونہی کچا بدن پتھر کا بنتا ہے
تمھیں تو علم ہے میرا!یہ دنیا ہے
یہاں محلوں سے ٹوٹے جھونپڑوں تک
ہر قدم پر اک عدالت ہے
جو فردِ جرم ہی تیار کرتی ہے (۹)

منصورہ احمد کی نظم ''گل بی بی میری گل جاناں''ایک ایسی عورت پہ ہونے والے مظالم کی داستان ہے جس کا کوئی قصور نہیں تھا:

کیا منظر تھا!
جرگے کے سردار نے پورا جرم سنایا
اور پہلا پتھر بھی اٹھایا
پھر تو سارے مجمعے پر وحشت طاری تھی
سب ہی پتھر مار رہے تھے

تم زخموں سے تڑپ رہی تھیں
اور ادھر گز بھر دوری پر
قہوہ خانے مہک رہے تھے
سب کے چہرے بیگانہ تھے
تم پر ٹوٹے قہر سے یکسر بے بہرہ تھے (۱۰)

منصورہ احمد کی نظم سرحد میں عورتوں کے مسائل، نوحوں اور سسکیوں کو رقم کیا گیا ہے

اک سرحد کشمیر کی سینہ پیٹتی ماؤں کی چیخیں ہیں
بہنیں اپنے ماں جایوں کو
بین سے رخصت کرتی ہیں
پربت شور مچاتے ہیں
ان نوحوں کو دہراتے ہیں (۱۱)

منصورہ احمد کی نظموں میں کہانی کی طرح زندگی کے حالات بچپن، بچپن کی گڑیاں،ان کے کپڑے ، ہنڈ کلیاں اور پھر لڑکپن ، لڑکپن کے بعد جوانی کی دہلیز پر پہلا قدم اور اس کے بعد سب کچھ تبدیل ہونے کا نشاط پرور احساس لیے غم انگیز عمل۔یہ سب ان نسائی جذبوں کی کہانی ہے جسے اس نے اپنی نظموں کا موضوع بنایا ہے۔

جیون کی اس پگڈنڈی پر
کتنا کچھ چھٹتا جاتا ہے
پہلے گڑیاں چھوٹ گئی تھیں
ان کی ہنڈ کلیاں اور کپڑے
جانے کیسے چپکے چپکے
ذہن کے پیچھے رینگ گئے تھے
چھت پتر دھوپ کی آنکھ مچولی
چوگا چگتی چڑیاں (۱۲)

اس نظم کے بارے میں عامر عبداللہ لکھتے ہیں:

"پہلے گڑیوں ، ان کے کھلونوں اور کپڑوں کی شکل میں شاعرہ کا بچپن وقت کے بہاؤ کی نذر ہوگیا۔ پھر چوگا چگتی چڑیاں اور نیلی چھتری سر پر اوڑھے پنچھی جو بچپن کی ننھی منی خواہشات کی علامت ہیں کھو گئے۔ پرندے معصوم خواہشات کی علامت ہیں جو ہمارے ساتھ چلتے چلتے اچانک، وقت کی پہنائیوں میں اس طور گم ہوجاتے ہیں کہ ان کے واپس پلٹنے کی امید تک ہمیشہ کے لیے دم توڑ دیتی ہے۔ (۱۳)

اس نظم میں دراصل چڑیا، معصوم پرندے، بچپن وہ تانیثی حوالے ہیں جو کہ کسی بھی لڑکی کا عمر بھر کا اثاثہ ہوتے ہیں اور وہ ان بے فکری اور کوشی کے لمحات کو کبھی بھولے سے بھی فراموش نہیں کرپاتے۔ بچپن میں لڑکے بھی کھلونوں سے کھیلتے ہیں مگر مرد شاعر کی شاعری میں ان کھیلوں کو زیادہ اہمیت نہیں دی جاتی، کسی مرد نے کبھی اس انداز میں ان واقعات اور لمحات کو شاعری کا روپ نہیں دیا۔

وقت کا بہاؤ اسے زندگی کے ان دیکھے الاؤ کی طرف لے جاتا ہے جہاں اسے بڑی مستعدی سے بہن ،بیوی، ماں، دادی اور نانی کا کردار نبھانا پڑتا ہے جن کو نبھانے کے لیے اسے لمحہ لمحہ بے ان گنت قربانیاں دینا پڑتی ہیں۔وہ وقت کی صلیب پر مرتے دم تک مصلوب ہوتی رہتی ہے۔

موجودہ دور میں تنہائی کا عذاب ایک ایسی حقیقت ہے جو کہ تانیثی سیاق وسباق میں زیادہ دکھائی دیتا ہے۔ عورت دنیا اور اس کی رنگا رنگی کا محورومرکز ہونے کے باوجود کس قدر تنہا ہے یہ منصورہ کی نظموں میں محسوس کیا جاسکتا ہے۔ان کی نظم بوندیں کی آخری سطریں ملاحظہ کیجئے:

بارش جب بھی آئی
بالکل تنہا آئی
اور تنہائی۔۔۔
بارش کی ہو یا لڑکی کی
بارِ گراں ہے۔ (۱۴)

چاند نے کیا دیکھا کے عنوان سے ایک اور نظم میں لکھتی ہیں:

چاند مجھے کہتا رہتا ہے
سیفو ہو ، میرا یا رضیہ
سوچو کس نے اپنا جیون جی کر دیکھا
یہ سب برہا کے قیدی تھے
اپنی دنیا ڈھونڈتے ڈھونڈتے
انجانی دنیا میں اک دن کھو جاتے تھے (۱۵)

ثمینہ راجہ اردو کی وہ نسائی آواز ہیں جنھوں نے ایک عرصہ تک اردو نظم میں نسوانی جذبات پیش کیے اور خواتین کے بنیادی مسائل کو نشان زد کیا۔

یہ دنیا۔۔۔اور اس کی خرافات
اور لوٹ لے گی وہ خوابوں کے باغات
اورٹوٹ جائیں گے سارے طلسمات
اور روٹھ جائیں گے
سب معجزے
سب کرامات (۱۶)

ثریا شہاب کی نظموں میں عورت کا وہ نسائی جذبہ کروٹ لیتا ہے جس میں وہ کسی اور عورت کو برداشت نہیں کر پاتی۔یہ المیہ کہ وہ جس سے محبت کرتی ہے وہ اس کی طرح اوروں کو بھی دلاسے دیتا ہے۔ان کی نظم ”دکھ بانٹنے والا ملاحظہ کیجئے:

پھر کوئی میرے جیسی لڑکی ہو
جس کو وہ پھر نوید دیتا ہو
”لو سنو۔۔۔میری پوری بات سنو
درد کے لمحے تمام ہوئے
آج کے بعد تم نہ روؤ گی“

اس کو عادت ہے دکھ بتانے کی
پھول دینے کی، بھول جانے کی (۱۷)

ریحانہ روحی کی نظم میں عورت کی محرومی کا وہ پہلو بیان ہوا ہے جس کا تعلق ماں سے ہے، بیٹے سے ہے۔

آج مرے بیٹے نے مجھ سے
جب میری بینائی چھین کے
میری آنکھیں کالی کردیں
میں نے سوچا
منصورہ کی ماں کتنی خوش قسمت ماں ہے
وہ پہچان کے سارے چہرے بھول گئی ہے (۱۸)

صوفیہ انجم تاج کی نظم ماں اور ماں کا موضوع بھی ماں کی بیٹی کے لیے خواہشات ہیں۔

پروین سلطانہ حنا کی نظم تشنگی ان تشنہ خوابوں کی کہانی ہے جن میں تانیثیت کے پتھرائے ہوئے جذبوں کو الفاظ کا روپ دیا گیا ہے:

میں پتھرائی ہوئی آنکھوں میں اپنی خواہشوں کے
قتل کا منظر سمیٹے چپ کھڑی ہوں
کہ ان خوابوں کو میں نے لمحہ لمحہ
جلتے دیکھا ہے (۱۹)

معصومہ عون شیرازی کی نظم ”بنتِ حوا“ میں تانیثی حوالے سے ایک مضبوط آواز ملتی ہے۔

میں لٹکائی گئی
بے درد رسموں کی صلیبوں پر
کبھی واری گئی خود ساختہ
قانونِ غیرت کے تقاضوں پر
کبھی میں جل گئی زندہ

کسی مردے کے چرنوں پر
کبھی گھونٹا گیا میرا گلا

یہ نظم اپنے آغاز ہی سے تانیثی جذبوں کی عکاسی کرتی چلی جاتی ہے اور اپنے اختتام تک پہنچتے پہنچتے ان تمام سماجی رویوں اور عورت کے ساتھ کیے جانے والے ناروا سلوک کی غمازی کرتی چلی جاتی ہے جس سے سماج آنکھ چراتا چلا آیا ہے۔

تاریکیِ شب میں
کبھی مجھ کو خریدا اور بیچا
ابنِ آدم نے
مگر اپنی زباں پر قفل ڈالے
صبر کی دیوی کی مانند ایک بُت ہوں
کہ میں حوا کی بیٹی ہوں
انوکھی مصلحت کی اوڑھنی
میرا مقدر ہے [۲۰]

نورین طلعت عروبہ کی غزل میں نسائی جذبات کی جھلک موجود ہے۔ان کے ہاں نسائیت کے ساتھ ساتھ تغزل بھی پایاجاتا ہے:

ادھر دریا میں اک طوفاں کھڑا تھا
اِدھر سوہنی تھی اور کچا گھڑا تھا
ہمیں حدِ ادب نے مارڈالا
کہ دشمن عمر میں ہم سے بڑا تھا
کسی کی مصلحت اندیشیاں تھیں
ہمارا امتحاں تھا اور کڑا تھا [۲۱]

شہناز نبی کی شاعری میں عورت کے دکھ اور اس کے ان رشتوں کے بندھنوں کی گونج سنائی دیتی ہے جو اسے اپنے بابل سے دور کرتی چلی جاتی ہے۔

کیوں چھوڑا تھا میرا ہاتھ
دھرتی پہ تنہا چلنے کی پہلی مشق کرائی کیوں
پاؤں پاؤں کیا سوچ کے ایسے سفر کی بیڑی پہنائی
گھر آنگن اور کوہ من اور دشت ودریا ایک ہوئے [۲۲]

شگفتہ الطاف ان فریبوں سے واقف ہے جو اسے اس مرد معاشرے میں دیا جارہا ہے مگر وہ جانتی ہے کہ دھوکا دینے والے بھی دھوکے میں ہیں

کسی سے خود بھی دھوکہ کھا رہے ہیں
ہمارے ساتھ دھوکہ کرنے والے
ایسی محرومی کو ہاتھوں میں لیے بیٹھی ہوں
جیسے یہ سکّہ ترے پیار میں چل جائے گا [۲۳]

نجیبہ عارف ایک ایسی شاعرہ ہیں جنھوں نے اپنی شاعری میں بالخصوص نظموں مین اپنے نسائی جذبات کی عکاسی کی ہے۔عورت کی تنہائی کا رونا رویا ہے۔ان کی نظم"تنہائی" ملاحظہ کیجئے:

مری روح میں چند گرہین لگی ہیں
کچھ ایسے بندھی ہیں کہ چاہوں بھی تو کھول پاؤں نہیں
مری آنکھ میں چند منظر بسے ہیں
کچھ ایسے کھدے ہیں
جھٹکتی ہوں جتنا، وہ اتنے ہی گہرے اتر جاتے ہیں۔[۲۴]

فاخرہ بتول کی شاعری میں عورت کی کمزوری جھلکتی ہے اور محبت کی شکست بھی

محبت ایک دلدل کی طرح چاروں طرف مجھ کو دکھائی دی
وہ دلدل پھیلتی ہی جا رہی تھی میرے ہر جانب
یہاں تک کہ میری آنکھیں بھی اس نے چھین لیں مجھ سے
ذرا سوچو اگر میں بچ بھی جاتی تو کہاں جاتی۔۔۔؟[۲۵]

نیلم احمد بشیر کی نظم میں نئی نسل کی عورت اور مرد کے باہمی تعلقات اور ان کا ماحصل عمدہ الفاظ میں بیان ہوا ہے:

کھانے کے وقت دونوں چپ چاپ
کھا رہے تھے
صدیوں سے بھوکی لڑکی
قرنوں سے پیاسا مرد
آپس میں کوئی بات کرنے کو نہ بچی تھی
اور سلوٹوں کے پیچ
ان کی محبتوں کا
منہ زور چاہتوں کا
جذبہ مرا پڑا تھا (۲۶)

یاسمین گل کی شاعری میں لڑکیوں کے تجربات بیان کیے گئے ہیں اور معاشرے کے ان تعصبات اور تضادات کو بے نقاب کیا گیا ہے جو کہ معاشرہ عورت کے حوالے سے رکھتا چلا آیا ہے۔بقول احمد ندیم قاسمی:

> "وہ اس معاشرے میں عورت کو ایسی تتلی قرار دیتی ہے جس کے پر نوچ لیے گئے ہوں اور اسے کمرے میں آزاد چھوڑ دیا گیا ہو۔۔۔گل کی ایک نظم "ہم لڑکیاں بھی کیا ہیں"روایات کے ہاتھوں لڑکیوں کی بے بسی کی ایک مؤثر تصویر ہے۔۔گل نے ثابت کیا ہے کہ آج کی عورت کو،تحفظ کے نام پر، دیوارودر میں چن دیا گیا ہے۔دراصل وہ عورت کی انا کو زندہ رکھنے کی قائل ہے اور کسی صورت میں اس کی بے قدری قبول نہیں کر سکتی۔"(۲۷)

یاسمین گل کی نظم "جبلتوں کی نفی نہ کرنا" ایک ایسا خاموش سمجھوتہ ہے جس پہ مصلحت عورت کو مجبور کرتی ہے۔

وہ ایک عورت

وہ ایک بینر
وہ ایک نعرہ
برابری دو !برابری دو
برابری میں مزہ نہیں ہے
جبلتوں کا کوئی صلہ نہیں ہے (۲۸)

ماہ نور خانزادہ کی شاعری میں عورت ہونے کا دکھ محسوس ہوتا ہے:

میں عورت ہوں میرا دکھ جاگیر ہے میری
اور یہی تقدیر ہے میری (۲۹)

عورت شاعرات کے لیے ایک ایسا موضوع ہے جس میں وہ کھل کر اپنے خیالات واحساسات اور اپنے مشاہدات وتجربات کو بیان کرسکتی ہیں۔اور ایسا انھوں نے کیا بھی ہے۔ایک شاعرہ معاشرے کو اور اس کے جبر کو کن نظروں سے دیکھتی ہے اس کی عکاسی معاصر اردو نظم میں بہت خوبی سے کی گئی ہے۔

معاصر اردو نظم میں خواتین نے عورت کے حقوق اور اس کے مسائل کے حوالے سے جس انداز میں شاعری کی ہے اُس میں وزن بھی ہے اور بات بھی ہے۔اردو نظم ویسے بھی بڑے سے بڑے موضوع کا احاطہ کرنے کی اہلیت رکھتی ہے۔اس میں ہر قسم کے جذبات کی تفصیل کے ساتھ ترجمانی کی جاسکتی ہے۔اس وقت اردو نظم کے حوالے سے تانیثی منظر نامہ اپنے رنگوں اور بناوٹ کے لحاظ سے کئی ذائقے اپنے اندر سموئے ہوئے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ قرۃ العین طاہرہ، سلسلے تکلم کے،لاہور سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۷ء،ص۴۵،۴۶

۲۔ سیپ، کراچی، شمارہ۶۱، فروری مارچ ۱۹۹۴ء، ص۱۱۷

۳۔ خاطر غزنوی،ایک پوری عورت(پروین شاکر) مشمولہ ادبیات ، اسلام آباد، شمارہ ۵۶، ۲۰۰۱ء،ص۱۳۷

۴۔ انور محمود خالد ڈاکٹر، شاعری کا بار امانت اور شاہین مفتی، سیپ، شمارہ ۶۱، فروری مارچ ۱۹۹۴ء، ص ۱۸۰
۵۔ فنون، ۱۱۵، ص ۸۹
۶۔ سیپ، کراچی، شمارہ ۶۱، فروری مارچ ۱۹۹۴ء، ص ۱۵۰
۷۔ دریا اتر گئے، فنون، لاہور، شمارہ ۱۵، ص ۲۱۶
۸۔ اوراق، شمارہ ۷، ۸، ص ۴۳۸
۹۔ مجھے میرا ملی تھی، فنون ۱۵، لاہور، ص ۲۲۱
۱۰۔ فنون، ۱۱۸، ص ۹۷
۱۱۔ فنون شمارہ ۱۲۰، ص ۱۰۶
۱۲۔ فنون، ۱۲۰، ص ۱۰۵
۱۳۔ عامر عبداللہ: تین نظمیں، مشمولہ فنون ۱۲۳، ص ۸۳، ۸۴
۱۴۔ فنون ۱۲۴، ص ۱۱۳
۱۵۔ فنون ۱۲۳، ص ۱۰۸
۱۶۔ پردے ابھی مت ہٹاؤ، فنون، ۱۵، ص ۲۲۲
۱۷۔ اوراق، شمارہ ۷، ۸، ۱۹۹۷ء، ص ۱۵۷
۱۸۔ فنون، ۱۲۱، ص ۱۲۸
۱۹۔ فنون، ۱۲۲، ص ۱۷۹
۲۰۔ فنون ۱۲۳، ص ۱۲۰
۲۱۔ سیپ، کراچی، شمارہ ۶۸ء، ص ۲۳۴
۲۲۔ سیپ، کراچی، شمارہ ۷۴، ۲۰۰۵ء، ص ۲۹۹
۲۳۔ سیپ، کراچی، شمارہ ۷۵، ۲۰۰۶ء، ص ۳۵۳

۲۴۔ نجیبہ عارف، معانی سے زیادہ، کراچی، شہرزاد، ۲۰۱۵ء، ص۹۰

۲۵۔ عطا،ڈیرہ اسماعیل خان، شمارہ ۱،۲،۲۰۱۱ء، ص۱۲۲

۲۶۔ بیاض، مارچ ۲۰۱۵ء، ص۹۲

۲۷۔ پیش کلام از احمد ندیم قاسمی، مشمولہ اعتراف از یاسمین گل، ص۱۷،۱۸

۲۸۔ یاسمین گل، اعتراف، لاہور مکتبہ اساطیر، ۱۹۹۵ء، ص۱۵۵،۱۵۶

۲۹۔ بیاض اپریل ۲۰۱۷ء، ص۱۳۷